AL-NOOR
P ISSN: 3005-8252
O ISSN: 3005-8260
VOL: 02 NO: 02 2023

عربی اور اردوشاعری کے مزاج کا تقابلی جائزہ[1]

Comparative Analysis of the Moods of Arabic and Urdu Poetry

ABSTRACT

The study of poetry in any language in the world emphasizes the importance of first understanding the cultural and historical background of that language. In this context, the exploration of the language and its poetry is not presented as a simple and smooth surface but rather as a complex interplay of two different levels. The first level reflects the history of the land and region, meaning that the area and land adopt peculiarities through the interactions of the indigenous people and the incoming tribes from outside. The second level brings forth internal and cultural conflicts, presenting not only the characteristics of the land but also those of the sky. The amalgamation of these two levels shapes the cultural and historical background of a country or region, which has strong impact on the language and its poetry.

In the perspective of Urdu poetry, both the levels are present. The first level addresses physical conflicts, bringing to light the early inhabitants of the Indian subcontinent (Pakistan, India) who were entirely different from the nomadic and settled tribes that, at times, aggressively attacked them. Although these nomadic tribes, in one way or another, integrated into the society of the Indian subcontinent, their arrival led to a racial conflict. Each tribe was like a stone suddenly thrown into a still pond, creating ripples and waves over time.

The second level introduces cultural and internal conflicts. The place where Urdu poetry originates holds a unique taste and color, influenced by Tahzeeb-ul-Arwah, agricultural systems, seasons, and the soil.

Keywords: Arabic poetry, Urdu poetry, cultural background, culture, comparison

دنیا میں کسی بھی زبان کی شاعری کامطالعہ اس بات کاتقاضاکرتی ہےکہ سب سے پہلےاس زبان کےتہذیبی وثقافتی پس منظرکاجائزہ لیاجائے۔جس میں اس زبان اور اس کی شاعری نے جنم لیا۔ دو مختلف سطحوں کے انداز سے متشکل ہوتاہے۔پہلی سطح دھرتی اورخطہ کی تاریخ کا آئینہ ہے یعنی علاقہ اور دھرتی اپنے اصل باشندوں اور باہر سے آنے والے قبائل کے آپس میں میل جول اپنے لئے ایک خاص رنگ اختیار کر لیتی ہے۔دوسری سطح داخلی اور تہذیبی تصادم کو اجاگر کرتی ہےاور زمیں کے اوصاف کےعلاوہ آسمان کےاوصاف کو بھی

[1]۔ عتیق الرحمٰن
شعبہ علوم اسلامیہ،لاہورلیڈزیونیورسٹی،لاہور

پیش کر دیتی ہے۔ان دونوں سطحوں کےامتزاج ہی سےکسی ملک اور علاقےکاوہ ثقافتی اورتہذیبی پس منظرمرتب ہوتاہےجواس زبان اورشاعری پر اپنے گہرے اثرات مرتب کرتا ہے۔

اردوشاعری کےپس منظرمیں یہ دونوں سطحیں موجودہیں۔پہلی سطح جسمانی تصادم کوپیش کرتی ہے برصغیر ہندوستان(پاکستان،بھارت)کےاولین باشندےنسل کےاعتبارسےان متحرک اورخانہ بدوش قبائل سےبالکل مختلف تھےجووقتاًفوقتاً ان پرحملہ آورہوئے اگرچہ یہ متحرک قبائل کسی بھی طرح برصغیر کے معاشرےمیں ضم ہوتےرہےتاہم ان کی آمد سےایک نسلی تصادم ضروروجودمیں آیا ان میں ہرقبیلہ اس پتھرکی مانندتھاجواچانک کسی ٹھہرےہوئےتالاب میں آگرےاورکچھ عرصے کےبعداس میں لہریں پیدا کر ے۔

دوسری سطح تہذیبی اور داخلی تصادم کو پیش کرتی ہے۔اردو شاعری نےجس جگہ پرجنم لیا اس کاایک خاص ذائقہ اوررنگ ہےاور اس کےپیکرکی تشکیل میں تہذیب الاروح،زرعی نظام،موسم اورمٹی کی تاثیرکاہاتھ بھی ہے۔

اردو شاعری کا مزاج

اردو شاعری کوجب اس برصغیرکےتہذیبی اور ثقافتی پس منظرمیں رکھ کردیکھیں تواس میں زمین اورجنگل کےگہرےاثرات ہی نظرنہیں آتےبلکہ وہ تمام عناصربھی دکھائی دیتےہیں جوباہرسےآئےاورجن کےباعث اس خطے کےکلچرمیں گہرائی اوررفعت پیداہوئی۔بنیادی طورپرہندوستانی معاشرہ مادری نظام کاعلم بردارتھالیکن جیسے جیسےپدری اسلوبِ حیات کےعلم بردارقبائل اس میں ضم ہوتےگئےخود اس کے اندرتموّج کی لہریں پیداہوتی چلی گئیں یہ تموّج تیم واضح کروٹونمیں منظرعام پرآیااوراس نےاپنےاظہارکےلئےتین مختلف اصناف شعرکاسہارالیا

مثلاًتموّج کی پہلی صورت بت پرستی کا عمل تھااس عمل نےخودکوگیت اور گیت نماشاعری میں ظاہرکیا۔تموج کی دوسری صورت انفرادیت کی نموکاعمل تھا اور اس نے خودکوغزل جیسی صنف میں ظاہرکیاجو جزاورکل کےعارضی فراق کےموقع پرجنم لیتی ہے۔تموج کی تیسری صورت تحرک اورانفرادیت کےپوری طرح وجودمیں آنےپرنمودارہوئی اوراس نےاپنےاظہارکےلئےنظم کے حربےکواستعمال کیا۔گویایہ تینوں اصنافِ شعریعنی گیت،غزل اورنظم نہ صرف اردوشاعری کےتدریجی ارتقا کوپیش کرتی ہیں بلکہ اس بر صغیرکےثقافتی اورتہذیبی ارتقاکی بھی عکاس ہیں۔ اسی طرح قوالی بر صغیر پاک و ہند میں بہت دلچسپی سے سنی جاتی ہے۔

اگرچہ اردوشاعری میں گیت،غزل اورنظم کے علاوہ بے شماراصناف شعررائج ہیں لیکن بنیادی حیثیت ان تینوں اقسام کوحاصل

ہے۔اردوشاعری کےمزاج سےآشناہونےکےلئےان تینوں اصناف کاجائزہ ہی کافی ہے۔

اردوگیت

گیت مزاجاً نسوانیت کے اظہارکی ایک صورت ہے۔اردو گیت کے بارے میں وزیر آغا رقم طرازہیں:

''ثقافتی لحاظ سےاس(گیت)کاگہراتعلق زمین سے ہےاورزمین عورت سےمشابہ ہےوہ عورت ہی کی طرح''روح'' کوایک ارضی جسم عطاکرتی ہےاورزندگی کی بقا اس کاعظیم ترین مقصدہےمگر اس مقصدکی تکمیل کےلئےخودزمین کوآسمان کی ضرورت ہے مزاجاًزمین متلون اورتغیر پذیر ہےہر نئے موسم میں ایک نیالباس مستعارلیتی ہے دوسری طرف آسمان خودکوروشنی کےتحرک سےظاہرکرتاہے۔جب آسمان اورزمین ملتےہیں توروشنی کا تحرک خودکوزمین میں جذب کردیتاہےتواس کے نتیجے میں زمین زرخیز ہوجاتی ہے۔عورت نےتنوع،رنگینی اورتلون کی صفات براہِ راست زمین سےحاصل کی ہیں۔پھرجس طرح زمین آسمان کواپنی طرف متوجہ کرتی ہے اور اس کامظہر پھول اپنےرنگ اورباس کی مددسےتتلیوں اوربھونروں کواپنی طرف کھینچتاہے،بعینہ عورت بناؤسنگھارسےمرد(آسمان)کوسدااپنی طرف مائل کرتی رہتی ہے''[i]

عورت نے مرد کو اپنی طرف مائل کرنے کا خاص طریقہ اختیار کیا ہے جسے عورت کے جادو کا نام دیا جاتا ہے جادو کا مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسی کیفیت پیدا ہوچکی ہے جس نے دوسرے کی تمام مدافعتی قوتیں سلب کر لی ہیں عورت نے مرد کی تمام حسیات کو متاثر کیا ہے ۔بناؤ سنگھار کے ذریعے تیز خوشبو کے استعمال سے اور اپنی آواز اور سروں کے ذریعے تو اسی وجہ سے برصغیر میں زیادہ رنگ رومانوی تھا ۔اردو زبان چونکہ ریختہ سے آئی ہے اور ایک زمانے میں ریختہ کا معنی گیت لیا جاتا تھا یعنی برصغیر کا مزاج ابتدا میں گیت اور موسیقیت کا تھا اور عشقیہ ذوق زیادہ تھا اسی کا رنگ پھر اردو شاعری میں آیا ۔

اس ضمن میں حافظ محمود شیرانی لکھتے ہیں کہ:

''دور اکبری تک ریختہ کے معنی گیت کے لئے جاتے ہیں ۔ہندی موسیقی کی سرپرستی چونکہ اکثر سلاطین و مشائخ نے کی ہے اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ متعدد فارسی اصطلاحات اس میں داخل ہوگئی ہیں چنانچہ ریختہ بھی ہندی موسیقی میں موجود ہے''۔[ii]

چنانچہ بنیادی طور پر ہندی ریختہ ہندی مزاج کا حامل تھا اس میں لکھی گئی شاعری اپنی ابتدا میں ہندی گیت کے مزاج اور فضا سے ہم آہنگ تھی اسی طرح آغاز میں جو اردو شاعری تخلیق ہوئی اس کا معتد بہ حصہ صنف غزل کے

استعمال کے باوصف گیت کے مزاج کا حامل تھا اور اسی میں اردو گیت کی ابتدا کا سراغ لگانا ضروری اور مستحسن ہے۔

جب شمالی ہندوستان میں ۱۱۹۷ء مسلمانوں کی سلطنت کاآغاز ہوا محمد غوری نے دلّی کو پایہ تخت بنا لیا اور اس سے قبل مسلمانوں نے ۱۱۹۲ء میں پرتھوی راج کو شکست دی تھی ۔پرتھوی راجؔ کے عہد سے ہندی کے پہلے شاعر چند بروائی کا نام آتا ہے جس نے ''پرتھوی راج راسا''لکھی اس کتاب کو ہندی کی پہلی کتاب کا درجہ ملا ہے لیکن اس لحاظ سے یہ اردو کی پہلی کتاب بھی قرار پا سکتی ہے لیکن بعض محققین کے ہاں پرتھوی راج سولہویں یا سترھویں صدی میں تصنیف ہوئی ۔

ریختہ کے سلسلے میں ایک اہم نام امیرؔ خسرو کا ہے اس کا زمانہ تیرھویں صدی کا ربع آخر اور چودھویں کا خمس اوّل ہے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس زمانے تک آتے آتے ریختہ کی ایک صورت ابھر آئی ہے۔امیر خسروؔ کی ریختہ میں فارسی کے ٹکڑے بالکل الگ ہیں لیکن اس میں جو ہندی کا حصہ ہے وہ اردو گیت کا اولین مظہر ہے اس حصہ میں عورت کی زبان سے محبت کے جذبات کا کھلم کھلا اظہار ہوا ہے اور تمام لوازمات ابھر آئے ہیں جو ہندی گیت سے خاص ہیں ۔

اور جب فارسی کے اس پر اثرات آئے شعرا نے فارسی سے مضامین مستعار لئے تو اٹھارویں صدی تک گیت ایک حد تک ختم ہو گیا ۔اس سلسلے میں وزیر آغارقم طراز ہیں کہ:

''فارسی اثرات کے تحت اٹھارویں صدی میں اردو گیت تو ایک بڑی حد تک ختم ہو گیا''۔[iii]

اب اگر چہ گیت نہ ہونے کے برابر تھا لیکن شعرا اسی خطہ کی پیدا وار تھے تو اسی خطہ کے اثر سے انہوں نےنسوانی لہجے کو اختیار کیا ۔چونکہ برصغیر کا معاشرہ مزاجاً ارضی (جسمانی)اورمادری ہےاس لئے یہاں گیت ہی اظہار ذات کی ابتدائی صورت کے طور پر پیدا ہوا۔

اردو شاعری کے مزاج کا دوسرا حصہ غزل ہے غزل سے مراد ایسے اشعار کہنا ہے جس میں عورتوں کے حسن و جمال کی تعریف کی گئی ہو یا عوتوں کے متعلق کلام کیا گیا ہو ۔

رفیع الدین ہاشمی غزل کا معنی لکھتے ہیں :

''غزل کا لغوی معنی عورتوں یا عورتوں کے متعلق باتیں کرنا ہیں ۔ہرن کے منہ سے بوقت خوف جو چیخ نکلتی ہے اسے بھی غزل کہتے ہیں''۔[iv]

مزاجاً غزل گیت کی اساس پر استوار ہے اس لئے اس میں گیت کی خالص جذباتی فضا بہر صورت موجود رہتی ہے۔ غزل میں زیادہ تر تخیلاتی باتیں ہوتی ہیں اور جذبے کی بنیاد پر تخیل کی پرواز وجود میں آتی ہے۔

ادب کے دیگر اصناف ادب اور فنون لطیفہ میں سے جس کو زیادہ پسند کیاجاتاہے۔اس میں سے ایک غزل سرِفہرست ہے۔ غزل اظہارمافی الضمیر کا بہترین ذریعہ ہے۔غزل میں کم لفظوں کے ذریعے مکمل بات کرنے کا فن وہنرموجودہوتاہے۔ غزل کا بلحاظِ ساخت چھوٹا ہوتا ہے،جس کی وجہ سے جذبے یا خیالات کو پھیلانے کی گنجائش محدود ہوتی ہے۔ اس لیے غزل میں رمز،تمثیل،استعارہ اورتجربات کے فنی لوازم کومدنظررکھاجاتاہے۔

تاریخی حوالوں سےغزل قصیدے کا ہی ایک جزو تھی، جس کو ''تشبیب'' کہاجاتاہے۔رفتہ رفتہ وہ الگ سے ایک صنف بن گئی اورغزل کہلانے لگی۔تاریخی تسلسل کے تناظرمیں غزل چار ادوار میں تقسیم کیاجاتاہے ۔پہلادور دکنی دورکاغزل کہلاتاہے۔ دوسرادور اٹھارہویں صدی کی ابتدا سے انیسویں صدی کے نصف اول بلکہ ۱۸۵۷ء تک کادورکہلاتاہے۔ تیسر۱۸۵۷ء سے اقبال تک کا دورہےاور آخر میں اقبال کے بعد کے دور تک کا احاطہ کیا گیاہے۔اس کے بعد ترقی پسند(۱۹۳۶ء تا۱۹۵۰ء) کا دور شروع ہوتا ہے،جس میں غزل کی ساخت کوبھی متاثرکیالیکن یہ موضوع کی حد تک تھی گویاکہ اس کیے موضوعات میں وسعت آگئی۔بجاطورپریہ بھی کہاجاسکتاہے کہ کسی حد تک غزل ہئیت اور معنویت دونوں میں تبدیلیاں پیدا ہونا شروع ہو گئیں۔یہ تبدیلیاں فطری بھی تھی۔اسی طرح ترقی پسندوں نے اپنی نظریات کے پرچارکے لیے غزل کی ہئیت ومعنویت میں تبدیلی کوضروری گردانا۔جدید تحقیق میں اُردو غزل کا پہلا نمونہ امیر خسرّو کے ہاں ریختہ کی صورت میں ملتا ہے۔ اس کے بغیر بہت سے صوفیائے کرام نے شاعری کو اظہارِخیالات کا ذریعہ بنایا لیکن غزل کے ہاں ان کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

''سلطنت میں غزل کے نمونے بہت ہیں۔ وقت کے بادشاہوں نے بھی غزل میں دلچسپی کااظہارکیا اورشعروادب میں اس کو کمال تک پہنچایا۔ فارسی کے عصری معنویت اور تاثرات بھی اردو غزل میں نظر آتے ہیں۔ابتدائی غزلوں میں ماسوائے عشق و محبت کے مضامین باندھنے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ کیوں کہ خود غزل کے لغوی معنی بھی صنف نازک سے بات چیت کرنے کے ہیں۔ یہاں تک کہ مولانا شبلی نے بھی غزل کو عشق و محبت کے جذبات کی تحریک سمجھا۔لیکن بعدمیں حالی نے مقدمہ شعر و شاعری میں غزل کے ہر مضمون کی گنجائش پیدا کر دی ہے۔جس کے بعد اس صنف میں ہر قسم کے خیالات بیان کئے جارہے ہیں۔ غزلولیت اردو شاعری کی آبرو ہے۔ اگر چہ مختلف زمانوں میں شاعری کی بعض دوسری قسمیں بھی اردو میں بہت مقبول رہی ہیں۔ لیکن نہ تو ان

کی مقبولیت کا مقابلہ کر سکی اور نہ ہی اس کی مقبولیت کو نقصان پہنچا سکی۔ پھر بھی بیسویں صدی کے نصف میں اس صنف کے بہت مخالفین پیدا ہوئے لیکن مقبولیت میں کوئی خاص فرق نہیں پڑا۔لفظ''غزل'' کے سنتےہی حواسِ خمسہ بیدار ہو جاتے ہیں۔ روایتی طور پر سب اپنی دکھ اور درد کو ہلکا کرنے کا ذریعہ غزل کو ہی تصور کر رکھا تھا ۔ اس کے برعکس مولانا الطاف حسین حالی نے روایت کے خلاف جنگ چھیڑ دی جس میں انہوں نے عورتوں سے بات کرنے کے بجائے سماج کی باتیں کرڈالی۔خاص طور پر مسدس، مدوجزر اسلام لکھ کر انہوں نے اردو شاعری کو ایک نئی سمت دی اور نئے امکان سے روشناس کیا۔انہیں کی وجہ سے اردو غزل میں نئے رنگ و آہنگ پید اہوئے[v]۔ حالاں کہ ان کی غزلیات کا دیوان مختصر ہے لیکن تمام تر منتخبہ ہے۔ثبوت میں ان کی ایک غزل ملاحظہ فرمائیں:

بُری اور بھلی، سب گذرجائے گی ، یہ کشتی یوں ہی پار اُتر جائے گی
ملے گا نہ گُلچیں کر گُل پَتا ہر ایک پنکھڑی یوں بکھر جائےگی
رہیں گے نہ ملّا یہ دِن سَدا کوئی دن میں گنگا اُتر جائے گی
بناوٹ کی شیخی نہیں رہتی، شیخ یہ عزّت تو جائے گی پر جائےگی
سنیں گے نہ حالی کی کب تک صدا ، یہی ایک دِن کام کر جائےگی[vi]

حالی کی اس غزل سے یہ اندازہ ہوجاتاہے کہ روایت سے ہٹ کر غزل گوئی کے ذریعہ اصلاحِ معاشرہ کا کام کس طرح لینا ہے۔ یہ حالی نے کرکے دکھایا۔جبکہ اس سے پہلے غزل کو عشق ومحبت کے استعمال ہوتاتھا۔پہلے شعرمیں کہتاہے کہ اس بھری دنیامیں تنہاہوں۔میرے جذبات کو کوئی سمجھنے والانہیں ہے۔دوسرے شعرمیں کہتاہے کہ اس پرندے کی طرح جس کو قفس میں بندکیاہو،اورآزدی ملنے کی کوئی امیدنہ ہو تووہن قفس میں ہی اپنے جی کوبہلاتاہے۔اوریوں ایک دن ہم بھی اس زندگی اوردنیاسے گزرہی جائیں گے۔

شاعر نے اس غز ل کے ذریعہ یہ ثابت کردیا ہے کہ غزل صرف فحش یا لغو باتیں کرنے کا ہنر نہیں ہے نہ ہی عورتوں کے جسم کی ہرہر حرکت پر غورو خوص کا کام ہے۔

نظم:

نظم شاعری کی ایک اور قسم ہے جو کسی ایک عنوان کے تحت کسی ایک موضوع پر لکھی جاتی ہے۔غزل سے اس کی ہئیت اورساخت مکمل الگ ہے۔ نظم کی ایک خاص بات یہ ہے کہ اس میں ہیئت وساخت کی کوئی قید نہیں ہے۔اسی ایک ہی صِنف کے اندر کئی موضوعات زیرِ بحث آتے ہیں۔ یہ بحر اور قافیہ کی پابند بھی ہوتی ہے اور ان قیود سے آزاد بھی۔ اس میں مضامین کی وسعت ہوتی ہے۔ نظم زندگی کے کسی بھی موضوع پر کہی جا سکتی ہے۔

نظم اور غزل کا فرق بیان کرتے ہوئے وزیر آغالکھتے ہیں :

''نظم میں شاعر براہِ راست اشیا اور حقائق سے رابطہ استوار کرتا ہے ،چنانچہ نظم میں جب شاعر کسی خاص چیز کا ذکر کرتا ہےتو اپنے تجربے کی بنا پر ایسا کرتا ہے لیکن اشیا کی حقیقی خدوخال کو بعینہ پیش کرنے کی روش غزل کے قابل قبول نہیں ۔

حقیقت پسندی رجحان اور شے کو اس کی انفرادی اور خصوصی حالت میں پیش کرنے کی روش اس کا امتیازی وصف ہے اور اس روش نے محبت کے سلسلے میں نظم کو خاص متاثر کیا ہے۔غزل کا طریق عمومی ہے وہ شے یا محبوب پر ایک نظر تو ڈالتی ہے لیکن دراصل اسے عبور کرکے سائے اور آئیڈل کو اپنا لیتی ہے ۔غزل کا محبوب کوئی خاص گوشت پوست کی ہستی نہیں جس کا ایک خاص نام ہو اور جس کے خدوخال اور عادت واطور منفرد ہوں بلکہ ایک ایسی عمومی اور مثالی ہستی ہے جو کسی دوسرے کے تمام محبوبوں میں ایک صفت کے طور پر موجود ہوتی ہے۔لیکن نظم کا طریق استقرائی اور تجزیاتی ہے''۔[vii]

نظم کے مزاج پر غور تو مجموعی اعتبار سے یہ نتیجہ مرتب ہوتا ہے کہ نظم استقرائی طریق کو اختیار خارجی اشیا کو مس کرتی ہے۔اردو نظم کا مطالعہ کریں تو صاف محسوس ہوتا ہے کہ اس نے بحیثت مجموعی حالیؔ کے دور تک خود کوزیادہ تر خارجی زندگی کی عکاسی تک محدود رکھا ۔اس سارے دور میں اردو نظم کا ارتقا زیادہ تر اسلوب اور زبان کے اعتبار ہی سے اہمیت کا حامل ہے۔

غزل کی طرح اردو نظم کا آغاز بھی دکنی دور سے ہوتا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ دکنی دور میں پہلے نظم وجود میں آئی اور پھر غزل ،اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ دکن میں شاعری کا آغاز مذہبی اور تبلیغی مقاصد کے لئے استعمال کیا گیا جس کے لئے نظم کی بجائے غزل زیادہ کار آمد تھی ۔دکنی دور کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا پہلا بہمنی دور ،دوسرا قطب شاہی اور عادل شاہی دور تھا اس دور میں لاتعداد شعرا نے طبع آزمائی کی ۔اردو نظم کی ابتدائی مثالیں قلی قطب شاہ کے دیوان میں ہی مل جاتی ہیں۔ بلکہ اردو ادب کا سب سے پہلا شہ پارہ مثنوی کدم راؤ پدم راو دراصل اردو نظم کی ہی قسم ہے۔ اس لیے یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ اردو نظم کی تاریخ بہت پرانی ہے بلکہ ادب کی ابتدا ہے۔ بعد میں

نظیر اکبرآبادی (۱۷۳۵–۱۸۳۰) نے اردو نظم کو مقام عروج عطا کیا۔ انہوں نے مختلف موضوعات پر بیشتر نظمیں لکھی ہیں۔ نظیر میر تقی میر کے ہم عصر ممتاز شاعر تھے جنھوں نے ہندوستانی ثقافت اور تہواروں پر نظمیں لکھیں ، ہولی ، دیوالی اور دیگر موضوعات پر نظموں کے لیے مشہور ہیں۔ ان کی آدمی نامہ، بنجارا نامہ، راکھی، روٹیاں مشہور نظموں میں سے ہیں۔ ان کی اکثر نظمیں مشہور ہیں۔

محمد حسین آزاد (۱۸۳۰–۱۹۱۰) اور حالی نے اردو نظم میں مغربیت کا تعارف کروایا اور یوں اردو نظم میں جدت پسندی کی ابتدا ہوئی جس سے موضوعات میں وسعت پیدا ہوئی۔ اب ملکی حالات، اجتماعی خیالات و احساسات پر نظمیں لکھی جانے لگیں۔ پھر اسماعیل میرٹھی(۱۸۴۴–۱۹۱۷)، شبلی نعمانی(۱۸۵۷–۱۹۱۴)، اکبر الہ آبادی (۱۸۴۶–۱۹۲۱) اور چکبست(۱۸۸۲–۱۹۲۶) کا دورآتا ہے جنھوں نے اردو نظم کے ارتقا میں نمایاں کردار ادا کیا۔ مگر اردو نظم کی ہیئت ابھی تک تبدیل نہیں ہوئی

تھی۔ ان میں حسین آزاد اور اسماعیل میرٹھی نے آسان زبان میں بچوں کے لیے نظمیں لکھی ہیں۔ اردو نظم کی ہیئت میں تبدیلی کی پہلی کوشش عبد الحلیم شرر (۱۸۶۰–۱۹۲۶) نے کی۔ انہوں نے نظم معرا کو رائج کرنے کی کوشش کی۔ اسی کو آگے بڑھانے کا ذمہ نظم طباطبائی (۱۸۵۴–۱۹۳۳)نے لیا جنھوں نے اس کی ہیئت میں مزید تبدیلی کی۔ چونکہ اس دور میں مغربی ادب کے تراجم ہونے لگے تھے لہذا مغرب کا اثر اردو نظم پر بھی ہوا اور نظم کے اسلوب اور ہیئت میں خاصی تبدیلیاں دیکھنے کو ملیں۔ اقبال (۱۸۷۷–۱۹۳۸) نے اردو نظم میں کافی کچھ لکھا اور نت نئے تجربے کیے۔ ان کے بعد سیماب، حفیظ، ساغر، جمیل مظہری، افسر، جوش، احسان دانش، اختر شیرانی نے مختلف موضوعات پر نظمیں لکھیں۔

ہیئت اور اسلوب کے سلسلے میں جن شعرا نے تجربہ کرنے کی کوشش کی ان میں عظمت اللہ خان کا نام اہمیت کا حامل ہے۔ انہوں نے ہندی کے سبک الفاظ، بحریں اور علامتیں استعمال کر کے اپنی نظموں میں انفرادیت پیدا کی۔ آگے چل کر میر اجی نے آزاد نظموں کے سلسلے میں عظمت اللہ خان کے طرز سے فائدہ اٹھایا۔ اردو شاعری اور خاص طور پر اردو نظم میں ترقی پسند تحریک نے انقلاب پیدا کر دیا۔ ادب اسلوب، ہیئت، موضوع، سانچہ اور تعداد اشعار میں وسعت دیکھنے کو ملی۔ آزاد نظم کو ایک الگ مقام ملا۔ تصدق حسین، ضیا جالندھری اور مجید امجد اس دور کے قابل ذکر شاعر ہیں۔

عربی شاعری کا مزاج

عرب میں ابتدا ہی سے شاعری کا وجود تھا جس طرح ہر خطے میں کچھ چیزو ں کو بہت زیادہ اہمیت دی جاتی ہے اسی طرح عرب میں شاعری کی بہت

زیادہ اہمیت تھی شاعر کا پیدا ہونا ان کے لئے فخر کا باعث تھا کیونکہ شاعر سے ان کو بہت امیدیں تھیں خاص کر اپنے اپنے قبیلے کی عزت کا باعث بھی شاعر تھا اور یہ بات مشہور ہے کہ عرب خودداری اور عزت کو بہت اہمیت دیتے تھے کسی کے سامنے اپنے آپ کوکم تر سمجھنا ان کا مزاج نہ تھا اپنے بڑوں اور اکابرین کی روایات کا خیال رکھنا بہت ضروری سمجھتے تھے کسی بادشاہ ،حاکم اور بڑے آدمی کی کسی اچھائی پر مدح یا برائی پر ہجو کرنے سے ذراہ خوف نہ کھاتے تھے ۔اور دوسری بات یہ ہے کہ عرب کے پاس الفاظ کا ذخیرہ بہت زیادہ تھا اس لیے جب وہ شاعری کرتے تو شاعری کا حق ادا کر دیتے یہی تو وجہ ہے کہ جب ان کی زبان میں قرآن نازل ہوا تو اللہ تعالی نے فرمایا :

و ان کنتم فی ریب مما انزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مّثلہ[viii]

''اور اگر تمہیں قرآن مجید کے بارے میں کوئی شک ہے جو ہم نے اپنےبندےحضرت محمد پر نازل کی ہے، تو آپ منکرین اس جیسی ایک سورت بنا لاؤ''۔

اس سے معلوم ہوا کہ ان کی شاعری کے چرچے ہر جگہ تھے اور ان جیسی فصاحت و بلاغت کسی اور زبان میں نہ تھی کیوں کہ جس طرح اہل عرب کسی سے متاثر نہ تھے اسی طرح ان کی شاعری بھی کسی سے متاثر نہ تھی ۔

اسی بنا پر جب اہل عرب شاعری کرتے ایک دائرے میں رہتےہوئے کرتے اور اہل عرب اپنے مزاج کو سامنے رکھتے ہوئے شاعری کرتے کیوں کہ روکھی زندگی ،آزادی فکر اور بدوی اثر نے ان کی شاعری کو ایک خاص مزاج میں رنگ دیا اور ایک الگ شان پیدا کر دی جس کی وجہ سے ان کےمزاج میں ایک بات یہ پیدا ہو گئی کہ وہ ہمیشہ حقیقت کوپسندکرتے تھے ہمیشہ حقیقت ہی بیان کرتے اگرکسی کی خوبیاں بیان کرنی ہوتیں تو اگر وہ خوبیاں حقیقت میں بھی اس انسان میں موجود ہوتیں تبھی بیان کرتے گویا عرب شعرا اپنی شاعری میں حقیقت کے پہلو کو مدِنظر رکھتے عرب کی شاعری ظاہری تصنع اور بناوٹ سے محفوظ تھی۔

عربی شاعری کی خصوصیات بیان کرتے ہوئےاحمد حسن زیارت لکھتے ہیں کہ :

''اس کی خصوصیات میں نمایاں خصوصیت سچائی اور راستی ہے ،یعنی کسی جذبہ کی حقیقی تصویر کشی فطرت کی صحیح عکاسی ہے کہ نہ تو اس میں آپ کو ظاہری تصنع و بناوٹ نظر آئے گی اور نہ ہی ادائیگی میں تکلف محسوس ہو گا اسی بنا پر جاہلی شاعری میں اختصار کی کثرت ،مجاز کی قلت اور مبالغہ کی کمی ہے ''۔[ix]

عربی شاعری میں ایسا غلوّ اور مبالغہ آرائی سے کام نہ لیا جاتا جس کا سمجھنا انسانی فطرت اور روز مرہ کی زندگی کے بس کی بات نہ ہو اور شعرا

ایسی تشبیہات اور استعارات بھی استعمال نہ کرتے جو بہت ہی باریک ہوں ۔اسی طرح الفاظ کا چناؤ بھی کمال کا کرتے کیوں کہ عرب ہی وہ واحد قوم ہے کہ جو سب سے زیادہ الفاظ کا صحیح معنی اور موقع محل سمجھتے تھے ان میں چونکہ الفاظ کا بہت زیادہ ذخیرہ تھا اس لیے غیر عربی الفاظ کے استعمال کو پسند نہ کرتے تھے زیادہ تر اختصار سے کام لیتے تھے اسی طرح موزونی طبع ان میں فطری طور پر موجود تھی ۔

عربی شاعری کی خاصیت بیان کرتے ہوئے عبدالحمید اطہر تحریر کرتے ہیں کہ شعرا:

''اپنے کلام میں ایسا پیرایہ بیان اختیار کرتے جس کے ذریعے معانی اور اغراض بہت جلد اور خوبصورتی سے ذہن میں منتقل ہوجاتیں اور شعر کی لذت اور اثر دوبالا ہو جاتا ''۔[x]

تقابلی جائزہ

اگرچہ اردو زبان بہت بعد میں وجود میں آئی اس لحاظ سے اردو عربی کا موازنہ مناسب بات نہیں ہے لیکن چونکہ عربی نعتیہ شاعری نے اس قدر اثرات مرتب کیے ہیں اردو نعتیہ شاعری پر کہ تقابل کروانا ضروری ہو گیا ہے اب اردو شاعری نے عربی شاعری سے جو خیالات سمیٹے اسے اپنی کیفیت کے مطابق ڈھال کر بیان کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے اوراردو نے بہتر شاعری کی ،لیکن اس کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس کا منبع اصل میں عربی ہی تھا عشق اور محبت کی ابتدا تو عربوں سےہوئی ہے

اس کو پھر انتہاء تک اردو شعرا لے گئےپھر یہاں بڑے بڑے نام پیدا ہوئے حالیؔ جیسے شخص نے اپنی شاعری میں عشق و محبت کی انتہاء دکھا دی اگر دیکھا جائے تو یہ سارا کا سارا تخیل عرب سے آیا تھا کیونکہ حضرت حسان بن ثابتؓ جب آپ کا دفاع کرتے تھے تو کفارپر یہی بات تو واضح کرتے تھے کہ جو خوبیاں ان کے پاس آئی ہیں وہ ان میں سے کسی کے پاس اس پہلے نہیں تھیں حتی کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ کے پاس بھی نہیں تھیں اور خوبیاں اور انداز شاعری اردو والے شعرا نے لےلیں ۔

تو عربی زبان ایک ایسی زبان ہے جس نےتغیر کبھی حاصل ہی نہیں کیا بلکہ اس ایک مستقل مزاجی نے اسے تمام زبانوں پر ہر طرح سے حاوی کردیا اس کے حاوی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے خیالات بھی حاوی ہیں الفاظ بھی حاوی ہیں اس کی ترتیب بھی حاوی ہے کسی زبان میں اگر شاعری ہوئی ہے اس نے اس اثر کو قبول کیا ہے اردو نے بھی اس اثر کو قبول کیا ہے اگر چہ بعض لوگوں نے ضد کی بنا پر اس کو قبول نہ کیا لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ اردو کی جدید شاعری پر عربی کے اثرات موجود ہیں باقی اردو کا اپنا ایک مزاج ہے جو خطے کی وجہ سے تھا جس میں موسیقیت کا رنگ تھا کیونکہ یہاں ہندو

مذہب زیادہ تھا اس وجہ سے اردو شاعری میں گیت کا مزاج تھا اور ان کی کتاب گیتا میں بھی گیت ہی تھے تو اردو شاعری میں زیادہ لہجہ رومانوی اور سُروں والا تھا اسی لئے اردو شاعری گیت سے شروع ہو کر غزل اور نظم تک پہنچی عربی سے اگرچہ اردو بہت متاثر تھی لیکن خطہ کا اثر ان میں ہمیشہ باقی رہا ۔عربی میں اگر چہ ترنم تھا لیکن اردو کی بنسبت کم تھا کیوں کہ عربی شاعری تحت اللفظ ہے اپنا ایک خاص انداز رکھتی ہے اور اردو شاعری میں خطہ کے اثر کی وجہ سے زیادہ ترنم ہی تھا۔

مصادر و مراجع

[i]۔وزیر آغا،**اردوشاعری کامزاج**،ۃ(علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاوس علی گڑھ مسلم یونیورسٹی مارکیٹ ،۱۹۷۴ء)،۱۸۵

[ii]۔حافظ محمود شیرانی،پنجاب میں اردو،(لاہور: معین الاب پبلشرز ،لاہور)،۳۴

[iii]۔وزیر آغا،**اردوشاعری کامزاج** ،(علی گرھ: ایجوکیشنل بک ہاوس ،علی گڑھ۱۹۷۴)،۲۰۷

[iv]۔رفیع الدین ہاشمی ،**اصناف ادب**،(لاہور:سنگ میل پبلی کیشنز لاہور)،۳۱

[v]۔ غزل کی تاریخ،غزل کی ہئیت اور معنویت،04/05/2024 19:16 ، https://mojesukhan.com/

[vi]۔ اردو غزل کا تحقیقی جائزہ،https://www.urdulinks.com/urj/?p=1265- 15 Mar 17

[vii]۔وزیر آغا،**اردوشاعری کامزاج**، ۳۵۷

[viii]۔القرآن ،23:2

[ix]۔احمد حسن زیارت،**تاریخ ادب عربی مترجم** ، ۴۷

[x]۔عبدالحلیم ندوی ،ڈاکٹر ،**تاریخ عربی ادب** ، ۱۵۰